صبر وصلوٰۃ کی تشریح اور ثمرات

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ر اپریل ۱۹۸۴ء بمقام مسجد بیت الذکر اسلام آباد، پاکستان)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾
وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ
مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۶﴾ۙ
الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ
رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ؕ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ
وَ رَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ (البقرہ: ۱۵۴-۱۵۸)

اور پھر فرمایا:

انسان کے مقدر میں خوف بھی ہے اور بھوک بھی ہے اور اموال کا نقصان بھی ہے اور جانوں اور پھلوں کا نقصان بھی ہے اور اس امر کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ کوئی انسان مذہبی ہو یا غیر مذہبی، خدا پر ایمان رکھنے والا ہو یا دہریہ ہو، مادہ پرست ہو یا روحانیت کا قائل ہو اس کی زندگی میں یہ ساری چیزیں اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ خوف طرح طرح کے انسان کو گھیرے ہوئے ہیں لیکن ہر خوف

سے بہتر وہ خوف ہے جو خدا کی خاطر انسان پر عائد کیا جائے۔ کوئی اور خوف اس خوف کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ویسے تو ایسی بدقسمت مائیں بھی ہوتی ہیں جو خود اپنے بچوں کو خوف دلاتی ہیں اور ان دیکھی چیزوں کا خوف دلاتی ہیں۔ بعض بچے بیچارے جنوں بھوتوں کے تصور میں ڈرتے ڈرتے اپنا بچپن گزارتے ہیں اور ایسا خوف زدہ دل لے کر بڑا ہوتے ہیں کہ ساری زندگی وہ خوف میں مبتلا رہتے ہیں۔ بعض قومیں ہیں جن کو خوف گھیرے ہوئے ہیں کئی قسم کے، بعض بادشاہتیں ہیں جن کو یہ خوف ہے کہ کسی وقت ہمارا تختہ نہ الٹ دیا جائے، بعض حکومتیں دوسری حکومتوں کا خوف کھا رہی ہیں، بعض اقتصادی نظام بعض دوسرے اقتصادی نظاموں کا خوف کھا رہے ہیں تو خوف سے تو کوئی مبرا نہیں ناممکن ہے کہ انسان خوف کے بغیر زندگی گزار سکے۔

مگر قرآن کریم ایک ایسے خوف کا ذکر فرماتا ہے جو محض للہ ہو، انسان کا کوئی قصور نہ ہو، کوئی اس کی خواہش نہ ہو جو کسی دوسرے کی خواہش پر بداثر ڈالنے والی ہو، کوئی اس کی حرص نہ ہو جس حرص کے نتیجہ میں کسی غیر کا نقصان ہوتا ہو، کوئی علاقہ فتح کرنے کی تمنا نہ ہو، کوئی جبر اور حکومت کی تمنا اس کے دل میں نہ ہو، کوئی مراد ایسی نہ ہو جو دوسرے کی مراد سے ٹکراتی ہو بلکہ خالصۃً وہ بنی نوع انسان کی بہبود کے لئے کوشاں ہو اور نیک ارادے رکھتا ہو۔ ایسا انسان جس سے کسی دوسرے انسان کو کوئی خوف نہ ہو وہ جب غیروں سے ایسے حالات دیکھتا ہے، ایسے بدارادے اس کو نظر آتے ہیں کہ ان کے نتیجہ میں بظاہر اس کے دل میں خوف پیدا ہونا چاہئے لیکن اپنے کسی قصور کے نتیجہ میں نہیں بلکہ فی الحقیقت اپنی بعض نیکیوں کے نتیجہ میں اس کو خوف لاحق ہو جاتا ہے غیروں سے ایسے خوف کا خدا ذکر فرماتا ہے کہ یہ خوف محض اللہ کی خاطر اس پر عائد کیا گیا ہے۔ ایسے خوف کو خدا تعالیٰ خوش خبری کے طور پر پیش کرتا ہے ڈرانے کے طور پر نہیں، انذار کے طور پر نہیں۔ فرماتا ہے کچھ میرے نیک بندے ہیں ان کے مقدر میں ایسا خوف بھی ہوتا ہے کہ جو خوف محض خدا کی خاطر ان پر ڈالا جاتا ہے باوجود اس کے کہ ان کی طرف سے کسی کو کوئی خوف نہیں ہوتا۔ ان کا قول سلام ہوتا ہے، ان کا فعل سلام ہوتا ہے۔ وہ ہر ایک کو امن کی دعوت دیتے ہیں، اپنی طرف سے بے خوفی کا پیغام دیتے ہیں اس کے باوجود بعض لوگ ان پر ایسی مصیبتیں کھڑی کرنے کی کوششیں کرتے ہیں کہ پیشتر اس کے کہ وہ مصیبتیں عملی جامہ پہنیں ایک خوف کی حالت طاری کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسی صورت میں ہم تمہیں آزمائیں گے

بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ ایک خاص قسم کے خوف میں سے ایک حصہ تمہیں دیا جائے گا اور اس وقت تم آزمائش میں مبتلا ہو گے اگر تو واقعۃً یہ خوف خدا کی خاطر ہے تو تمہیں یہ خوف متاثر نہیں کر سکے گا۔ تمہیں یہ خوف اس طرح ڈرا نہیں سکے گا جیسے اہل دنیا کو دنیا کے خوف ڈرا دیا کرتے ہیں۔ یہ ہے ابتلا کا معنیٰ آزمائش کا معنیٰ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مسلمان جو سچا مومن ہو جو اللہ پر توکل رکھتا ہو وہ خوف کے نتیجہ میں خوفزدہ اور ہیبت زدہ ہو جاتا ہے کیونکہ قرآن کریم کی دوسری آیت اس مضمون کی نفی فرما رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ واضح طور پر فرماتا ہے:

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۳﴾

(یونس: ۶۳)

کہ دیکھو اللہ کے دوست جو اللہ کے ہو جاتے ہیں ان کے اوپر تو کوئی خوف نہیں ہوتا۔ تو بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ کا یہاں مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کی طرف سے خوف پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، دنیا کی طرف سے خوف پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اس وقت اللہ آزمائے گا اپنے بندوں کو جو اس کے ہوں گے ان کے دل پر اس خوف کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ جو لوگ اللہ کے نہیں ہوں گے یا کسی حد تک غیر کی ملونی ان کے دلوں میں شامل ہوگی اس حد تک وہ اس خوف سے متاثر ہو جائیں گے۔

پھر اسی طرح یہی آیت کریمہ ہمیں بتاتی ہے کہ بھوک بھی انسان کے مقدر میں ہے۔ بڑے سے بڑا امیر آدمی بھی ہو اس کے اوپر بھی ایسے حالات آجاتے ہیں کہ کسی نہ کسی وقت وہ بھوک کا شکار ہوتا ہے۔ پیسہ ہونے کے باوجود وہ بعض دفعہ ایسی حالت میں پکڑا جاتا ہے کہ اس کا پیسہ اس کے لئے کچھ خوراک کا انتظام کر نہیں سکتا۔ بڑی بڑی امیر قومیں ہیں جن کے ہاں کھانا اتنا ضائع ہو رہا ہوتا ہے کہ بعض غریب قومیں ان کے ضائع شدہ کھانے پر پل سکتی ہیں لیکن بعض ایسے حالات آتے ہیں کہ وہ بھی بھوک کا شکار ہو جاتی ہیں۔ گزشتہ جنگ عظیم میں انگلستان کی حکومت جو کسی زمانہ میں بہت بڑی اور قوی حکومت سمجھی جاتی تھی جن کا اقتصادی نظام بہت مستحکم تھا اس حکومت کے باشندوں کے لئے بھی اس ملک کے باشندوں کے لئے بھی ایسی بھوک کا سامان کرنا پڑا کہ ان کے امیر اور ان کے غریب، ان کے چھوٹے اور ان کے بڑے ساروں کو لباس الجوع پہنا دیا گیا یعنی بھوک ان کا لباس بن گئی

تھی۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے وہ ترستے تھے۔ میٹھا دیکھنے کو ان کی آنکھیں ترس گئی تھیں۔ عام کھانے کی چیزیں مثلاً ڈبل روٹی جس کی حیثیت ہی نہیں وہاں کی خوراک میں سمجھی جاتی تھی اس کے لئے بھی لائنیں لگانی پڑتی تھیں بڑے بڑے لمبے Que ہوتے تھے اور بڑا خوش قسمت ہوتا تھا جس کو ڈبل روٹی مل جائے۔ جرمنی میں ایک ایسی حالت آئی فاقہ کی کہ بعض اوقات دنوں کے فاقے کرنے پڑتے تھے لوگوں کو اور جو حالات میں نے مطالعہ کئے ہیں اس زمانے کے حیران رہ جاتا ہے انسان کہ کتنی سخت جانی کے ساتھ کتنی ہمت کے ساتھ ان قوموں نے ان تکلیفوں کو برداشت کیا ہے اور ان کا مقابلہ کیا ہے۔

تو جوع بھی انسان کے مقدر میں ہے اور بعض اوقات انسان ایک لمبے عرصہ تک اس سے نہیں آزمایا جاتا بعض دفعہ جب پکڑ لیتی ہے خدا کی تقدیر تو چھوٹا ہو یا بڑا ہو وہ سارے ان میں سے ہر ایک انسان لازماً جوع کو چکھتا ہے۔ قرآن کریم نے اس کا محاورہ استعمال فرمایا ہے **لباس الجوع**۔ ایسے وقت آتے ہیں کہ جب ہم قوموں کو بھوک کے لباس پہنا دیتے ہیں یعنی ان کے لئے چارہ نہیں رہتا بھوک کے سوا ان کا اوڑھنا بچھونا ہو جاتی ہے بھوک تو دنیا میں بسنے والے دنیا کی خاطر بھی بھوک کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں کو بھی اپنی خاطر تھوڑی سے بھوک سے آزمانے والا ہوں بعض دفعہ ان کو اس وجہ سے فاقہ کرنا پڑے گا کہ وہ خدا سے محبت کرتے ہیں اور خدا سے پیار کرتے ہیں اور کوئی اور قصور ان کا نہیں ہوتا۔ یہ وجہ نہیں ان کی بھوک کی کہ وہ نکمے ہیں، یہ وجہ نہیں ہے کہ قحط سالی ہے ملک میں، یہ وجہ نہیں ہے کہ ان کا اقتصادی نظام کسی دوسرے سے ٹکرایا اور نا کام رہا، کوئی دنیاوی وجہ ان کی بھوک کی آپ بیان نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو اسی قسم کی بھوک میں آپؐ کی قوم نے مبتلا کیا۔ تین سال تک شعب ابی طالب میں جو ایک وادی تھی ابو طالب کی وہاں ان کو قید کیا گیا اور ان کا اقتصادی بائیکاٹ کیا گیا اور بڑے لمبے عرصہ تک قبیلے پہرے دیتے رہے کہ کوئی ان کا دوست مخفی طور پر بھی ان کو کھانے کی کوئی چیز نہ پہنچا سکے۔ چنانچہ بہت سے صحابہؓ ان تکلیفوں کی وجہ سے جاں بحق ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھی وصال ہوا اور بہت سے صحابہ تھے جو انتڑیوں کی بیماریوں کی

وجہ سے اور بھوک کے لمبے اثرات کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ گُھل گُھل کر مر گئے۔ اتنا شدید فاقہ تھا بعض دفعہ اس کی تکلیف اتنی بڑھ جایا کرتی تھی کہ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں کہیں سے گزر رہا تھا میرے پاؤں کے نیچے ایک نرم سی چیز آئی مجھے یہ ڈر تھا کہ اگر میں نے دیکھا کہ وہ کیا ہے تو ہوسکتا ہے مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ ایک گندگی ہے، مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ کوئی کیڑا ہے مکروہ قسم کا جسے میں کسی قیمت پر بھی کھا نہیں سکتا لیکن بھوک کی اتنی شدت تھی کہ میں برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لئے میں نے اسے دیکھا نہیں اسے اٹھایا اور اپنے گلے میں اس طرح لٹکایا اپنے حلق میں کہ زبان کو مس بھی نہ کر سکے، یہ پتہ نہ لگے کہ وہ کیا چیز تھی؟ چنانچہ وہ نشانہ ایسا میں نے لگایا کہ وہ سیدھا حلق میں جا گرا اور میں اسے نگل گیا اور کہا کرتے تھے ہنس کر کہ مجھے آج تک پتہ نہیں ہے کہ وہ کیا چیز تھی جو میں کھا گیا تھا۔ درختوں کے پتے بھی صحابہؓ نے کھائے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی حالت میں ہم ان کو آزماتے ہیں اور یہ وہ بھوک ہے جو صرف اللہ کی خاطر دی جاتی ہے۔ جو اللہ کے بندے ہیں وہ اس پر صبر کرتے ہیں، وہ راضی رہتے ہیں، کوئی واویلہ کی بات نہیں کرتے، کوئی شکوے کا کلمہ زبان پر نہیں لاتے ہر حالت کو وہ خدا کی رضا کی خاطر تسلیم کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ مال بھی دنیا میں لوٹے جاتے ہیں کئی وجوہات سے اور قومیں قوموں پر یلغار کرتی ہیں، چور لے جاتے ہیں مال، ڈاکو لے جاتے ہیں، آگ لگ جاتی ہے گھروں کو، ہزارہا ذریعے ہیں مالوں کے نقصان کے مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے اموال محض میری رضا کی خاطر لوٹے جاتے ہیں۔ وہ خود لٹیرے نہیں ہوتے، وہ کسی پر ظلم نہیں کر رہے ہوتے بلکہ ان کی تو فطرت یہ ہوتی ہے کہ اگر کسی کے مال کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو وہ جدوجہد، کوشش کر کے بھی اسے خطرہ سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں، ان سے خیر ہی خیر دنیا دیکھتی ہے۔ اس کے باوجود ان کے اموال خدا کی خاطر یعنی اس وجہ سے کہ وہ خدا کے ہو چکے ہیں لوٹے جاتے ہیں۔

وَالۡاَنۡفُسِ اور کچھ جانیں بھی ان کی ضائع ہوتی ہیں۔ اب دیکھئے خدا کے جان لینے کے کتنے طریق ہیں؟ ہزارہا ذریعے ہیں جن سے موت انسان کو آجاتی ہے بعض لوگ چھینک سے مر جاتے ہیں، بعض لوگ بغیر بیماری کے سوئے سوئے جان دے دیتے ہیں یہ بھی ایک بیماری کہلاتی ہے جس بیماری کا کوئی علم نہیں کہ کیوں ہے؟ ایک انسان اچھا بھلا سویا ہے اور نیند کی حالت میں ڈوبتے

ڈوبتے وہ موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ٹھوکر لگتی ہے تو بعض لوگوں کی جان نکل جاتی ہے، دھما کا ہوتا ہے بعض لوگوں کی جان نکل جاتی ہے، بعض لوگ چھوٹی بیماریاں برداشت نہیں کر سکتے وہ چھوٹی بیماری سے جان دے دیتے ہیں، بعض بڑی بیماری سے جان دے دیتے ہیں، بعض چھوٹے جانور کے ڈسنے سے مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں کہ بھڑ کاٹ گیا کسی کو اور اس کی جان نکل گئی۔تو بے شمار ہیں رستے موت کے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے ایک رستہ ہے میری رضا کی خاطر مرنا اور میں اپنی قوموں کو جو میرے ہو چکے ہوتے ہیں اس لحاظ سے بھی آزماتا ہوں کہ بعض دفعہ کوئی ان کا قصور نہیں ہوتا پھر بھی دشمن از راہ ظلم قتل کر دیتے ہیں۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ﴿۹﴾
الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (البروج:۹-۱۰)

ان کی دشمنی کی وجہ کوئی اور نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ اللہ اور اللہ کی طرف سے آنے والوں پر ایمان لا چکے ہوتے ہیں۔یہی ایک دشمنی کی وجہ بن جاتی ہے۔

تو ان آزمائشوں میں خدا تعالیٰ نے ایک وعدہ بھی دیا ہے اور ایک خوشخبری بھی دی ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا ڈرانے کی خاطر نہیں ہے یہ آیت بلکہ حوصلہ دلانے کی خاطر ہے۔اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ عام دنیا میں انسان اسی طرح زندہ رہتے ہیں کئی قسم کی مصیبتوں کا شکار ہوتے ہیں اور ان کی مصیبتیں تمہاری مصیبتوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ بِشَیْءٍ کے لفظ نے یہ واضح فرما دیا کہ مذہبی قوموں کے مقابل پر غیر مذہبی قوموں کی مصیبتیں اور مشکلات بہت زیادہ ہوتی ہیں لیکن ان کا کوئی والی نہیں ہوتا۔ان کا متولی کوئی نہیں ہوتا۔ مذہبی قوموں کا خدا والی ہوتا ہے اور ان کا ولی بن جاتا ہے اس لئے ان کو غیر مذہبی قوموں کے مقابل پر ہمیشہ کم نقصان پہنچتا ہے لیکن جو بھی نقصان پہنچتا ہے چونکہ رضائے باری تعالیٰ کی خاطر وہ برداشت کرتے ہیں اور اللہ کے نام پر ان کو نقصان پہنچایا جاتا ہے اس لئے اس نقصان کا بھی خدا کفیل ہو جایا کرتا ہے اور خدا ان کا وکیل بن جایا کرتا ہے اور ذمہ دار ہو جاتا ہے ان نقصانات کو پورا کرنے کا۔ یہ خوشخبری دی گئی ہے چنانچہ آخر پر نتیجہ نکالا وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۔ عجیب کلام ہے یہ ایک طرف ڈرانے کی باتیں ہو رہی ہیں مسلسل مضمون یہ خبر دے رہا ہے کہ ہم تمہیں خبر دیتے ہیں کہ تمہارے ساتھ کچھ ہونے والا ہے خوف کے حالات آنے والے ہیں، بھوک

کے حالات آنے والے ہیں، خطرات تمہارے سر پر منڈلائیں گے تمہارے بے وجہ بغیر اس کے کہ تم نے کسی کا قصور کیا ہو مال لوٹے جائیں گے۔ بے وجہ تمہاری جانیں تلف کی جائیں گی۔ یہ سارا مضمون تو خوف کا مضمون ہے اور ڈرایا جارہا ہے لیکن نتیجہ دیکھیں یہ آیت کیا نکالتی ہے فرماتا ہے وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ کہ ہم ڈرانے کی خاطر نہیں کہہ رہے تمہیں یہ خوش خبریاں دے رہے ہیں۔ کیونکہ وہ مومن جس کا مال خدا کی خاطر لوٹا جاتا ہے اللہ اس کے مال میں بہت زیادہ برکت دیتا ہے لیکن وہ دنیا دار جس کا دنیا میں مال لوٹا جاتا ہے اس کا کوئی ضامن نہیں ہے وہ مومن جس کی جان خدا کی راہ میں تلف کی جاتی ہے اللہ اس کی جان میں برکت دیتا ہے اور وہ جان دینے والا جو ہیضہ سے مرجاتا ہے یا ایکسیڈنٹ سے مرجاتا ہے یا بھڑ کاٹنے سے مرجاتا ہے یا سوتے سوتے جان دے دیتا ہے اس کے لئے کوئی ضمانت نہیں۔ وہ ایک قانونِ قدرت کا شکار ہے تو ساتھ بِشَیْءٍ کہہ کر یہ بھی فرمادیا کہ یہ آزمائشیں دنیا والوں کی آزمائشوں سے بہت کم ہیں یہ بھی تمہارے لئے خوشخبری ہے اور ان آزمائشوں میں اگر تم ثابت قدم رہو گے تو تمہارے لئے بے انتہا اجر ہے جب کہ دنیا والوں کے لئے کوئی اجر نہیں اس لئے وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ فرمایا لیکن صابرین میں ایک ایسی مومن کی خاصیت بیان کردی کہ جس کے ساتھ بشارت کو وابستہ فرمادیا ہے یعنی ہر مومن جو ان مصائب میں سے گزرے گا ان تکالیف کو برداشت کرے گا اس کے لئے بشارت نہیں دی وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ نہیں فرمایا وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ان لوگوں کے لئے بشارت ہے جو صبر کرتے ہیں۔

صبر کا کیا معنی ہے؟ اس کا ایک معنی تو عام ہے یعنی یہ کہ جب کوئی تکلیف پہنچے تو واویلا نہ کرے، بے وجہ نوحہ کناں نہ ہو جائے، پیٹنا نہ شروع کردے، شکوے نہ شروع کردے اس حالت کو صبر کہتے ہیں خاموشی سے اپنے دکھ کو برداشت کرے اور اپنے دل پر لے لے۔ اور صبر کا ایک معنی ہے جو آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا کہ اس نیکی کو پکڑ کر بیٹھ جائے جس نیکی کو اس سے چھیننے کی کوشش کی جاتی ہے اور کسی حالت میں بھی اپنی نیکی کی حالت کو ہاتھ سے جانے نہ دے ان معنوں میں صبر بہت ہی وسیع ہو جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ خدا کی خاطر جب تم دنیا میں ایک جہاد شروع کرتے ہو جس کے ساتھ دنیا کی بقا وابستہ ہوتی ہے، جس کے ساتھ دنیا کا امن وابستہ ہوتا ہے تو اس کے مقابل پر دنیا تم سے ایک مجادلہ شروع کردیتی ہے اور ناحق تم پر مظالم شروع کردیتی ہے اور کوشش کرتی ہے کہ تمہارے

پاؤں اکھیڑ دے اور تم ان مقاصد سے پیچھے ہٹ جاؤ جن مقاصد کی خاطر تم دنیا میں ایک عظیم الشان الٰہی جہاد کا آغاز کر چکے ہوتے ہو۔

تو صابر کا مطلب یہاں یہ ہوگا کہ نہ کوئی خوف اور نہ کوئی بھوک، نہ کوئی مال کا نقصان اور نہ کوئی جان کا نقصان ان کو اپنے مقصد سے پیچھے کر سکتا ہے جو مرضی قیامت ٹوٹ جائے ان پر ان کا ہر قدم لازماً آگے بڑھتا ہے ان نیکیوں میں جن نیکیوں کی خاطر ان پر مظالم کئے جاتے ہیں، ان کے لئے بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے لوگوں کے لئے ہم بشارت دیتے ہیں کہ لامتناہی ترقیات ہیں۔ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ جب ان پر کوئی مصیبت ٹوٹتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی وجہ سے ہم پر ایک مصیبت ٹوٹ رہی ہے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ یہاں بھی اس کے دو معانی ہیں۔ ایک معنی تو عام یہ کیا جاتا ہے کہ ہم اللہ کی طرف مرنے کے بعد لوٹ جائیں گے لیکن ہر مصیبت کے نتیجہ میں تو موت واقع نہیں ہوتی۔ مصیبتیں تو کئی قسم کی خدا بیان فرما چکا ہے۔ خوف کے نتیجہ میں تو فوراً انسان اللہ کی طرف لوٹ کر نہیں جایا کرتا یا بھوک کے نتیجہ میں ہر بھوکا مر تو نہیں جایا کرتا۔ مال لٹنے سے تو نہیں سب مر جایا کرتے یہاں ہر مصیبت کے نتیجہ میں جب وہ کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ تو اس کا کیا مطلب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں تم مصیبتیں ہم پر اس لئے ڈال رہے ہو کہ ہم اپنے خدا سے دور ہٹ جائیں لیکن تمہاری عائد کردہ مصیبتیں ہمیں اور زیادہ خدا سے قریب کر دیتی ہیں۔ ہم اپنے رب کی طرف اور تیزی کے ساتھ لوٹ جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شعر میں دراصل اسی آیت کی تفسیر فرمائی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

؎ عدوّ جب بڑھ گیا شوروفغاں میں
نہاں ہم ہوگئے یار نہاں میں

(درثمین صفحہ: ۵۰)

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ کی ایک یہ تفسیر ہے کہ تم عجیب بیوقوف لوگ ہو کہ تمہاری ہر کوشش الٹ جاتی ہے۔ ہر محنت اکارت جاتی ہے۔ تم جو نتیجہ حاصل کرنا چاہتے ہو اس سے محروم رہ

جاتے ہو۔ تم ہمیں اس لئے ڈراتے ہو اس لئے ہم پر مظالم کرتے ہو کہ ہم اپنے خدا کو چھوڑ دیں اور تمہیں خدا تسلیم کر لیں، تمہارے سامنے سر جھکا دیں لیکن یہ مصیبتیں ہمیں دور ہٹانے کی بجائے اور زیادہ اپنے رب کے قریب کر دیتی ہیں اور زیادہ ہم اپنے رب کی پناہ میں آجاتے ہیں۔ تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ میں جو طرز بیان ہے وہ بہت پیاری ہے۔ رٰجِعُوۡنَ فعل نہیں ہے بلکہ ایک اسم کی حالت میں اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔ رٰجِعُوۡنَ کا معنی ہے ہماری تو فطرت یہ ہے اور ہماری زندگی کا یہ عادت حصہ بن چکی ہے کہ جب بھی ہمیں خدا کے نام پر ڈرایا جائے گا اور تکلیف پہنچائی جائے گی تو ہمارا رخ لازماً خدا ہی کی جانب ہوگا خدا سے دوری کی جانب کبھی نہیں ہو سکتا۔

تو جس قوم کی یہ تقدیر ہو کہ ہر حالت اس کو اپنے مقصد کے قریب تر کر دے اور دور نہ کر سکے اس کو یہی کہا جائے گا کہ بَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ۔ اے محمد مصطفیٰ ﷺ اے میرے رسول! خوشخبری دے دے صبر کرنے والوں کو کہ ان لوگوں کے مقدر میں کوئی گھاٹا اور کوئی نقصان نہیں ہے یعنی لوگوں کی کوششیں تو مقصد سے دور کیا کرتی ہیں یعنی دشمنوں کی کوششیں دنیا میں اپنے دشمنوں کو مقصد سے دور کر دیا کرتی ہیں اور یہ عجیب قوم ہے جن کی دشمنی جب بڑھتی ہے ان کو مقصد کے اور قریب کر دیتی ہے۔

اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ رَحۡمَۃٌ ۟ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُہۡتَدُوۡنَ

یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ صلّ علیٰ محمدٍ جب آپ کہتے ہیں تو صلوٰۃ کا کیا معنی ہے؟ کبھی اس پر غور کریں۔ ہر وہ چیز جو بہتر ہے، ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور رحمت نازل ہوتی ہے اس کو صلوٰۃ کہا جاتا ہے ان معنوں میں تو آنحضرت ﷺ کی نسبت سے صلوٰۃ کے معنی روشن ہوتے ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں صَلِّ عَلٰی محمدٍ تو چونکہ آنحضرت ﷺ اپنے رب سے بہترین کے حق دار ہیں تو صلوٰۃ کے معنی یہ بنیں گے کہ اے خدا! تیری ساری کائنات میں جو سب سے اچھا ہے وہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا کر دے۔ تو جب خدا یہ فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ کہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوٰۃ نازل ہوتی ہے اور اس کی رحمت نازل ہوتی ہے تو اس کے معنی بھی یہ ہوں گے کہ دنیا تو ہر بری چیز ان کی طرف پھینک رہی ہوتی ہے اور خدا اور خدا کے فرشتے ہر اچھی چیز ان کے اوپر نازل فرما رہے ہوتے ہیں اور کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور ان سے رحمت کا سلوک

فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

یہ وہ کیفیت ہے جو ایک دائمی حالت کا نام ہے۔ جب سے دنیا میں نبوت ظاہر ہوئی ہمیشہ سے یہ آیت یا اس آیت کا مضمون کارفرما رہا ہے۔ ایک دن بھی ایسا نہیں آیا جب کہ وہ لوگ جن کو خدا کی خاطر ظلموں کا نشانہ بنایا جاتا ہے وہ ناکام ہو گئے ہوں۔ ان کے مقدر میں ہمیشہ کامیابی ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ ان کو یہ نصیحت فرماتا ہے کہ تمہاری اپنی کوشش سے کچھ نہیں ہو سکے گا اس لئے ہم تمہیں یہ ہدایت دیتے ہیں کہ ہماری طرف رجوع کیا کرو کثرت کے ساتھ ایسے حالات میں عبادت کو بھی بڑھادو اور دعا کو بھی بڑھادو کیونکہ مختلف انسان مختلف حالتوں پر ہوتے ہیں۔ ہر شخص کی ایک جیسی ایمانی حالت نہیں ہوتی۔ ہر شخص میں ایک جیسی صبر کی طاقت نہیں ہوتی اس لئے اس آیت کا عنوان خدا تعالیٰ نے یہ بتایا ہے خطرات کے بیان سے پہلے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ تمہارے اندر فی ذاتہٖ کوئی طاقت نہیں ہے۔ نہ تمہیں صبر کا حوصلہ ہے، نہ تمہیں برداشت کی طاقت، نہ تم دنیا کا مقابلہ کر سکتے ہو کیونکہ تم ایک کمزور جماعت ہو۔ ایسی کمزور ہو کہ لوگ تمہیں ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہیں طاقتور کو تو کوئی ظلم کا نشانہ نہیں بنایا کرتا۔ اس کیفیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ہم یہ حل تمہیں بتاتے ہیں کہ تم خدا سے مدد مانگنا۔ صلوٰۃ کے ذریعہ اور صبر کے ذریعہ۔ یہاں صلوٰۃ معنی ہے عبادت کرنا وہ چیز جو ہماری طرف سے خدا کی طرف جاتی ہے اور یہ معنے اس معنی کے بظاہر الٹ ہیں جب خدا صلوٰۃ بھیجتا ہے تو وہ عبادت تو نہیں کرتا بندہ کی وہ صلوٰۃ کے نتائج پیدا فرماتا ہے اس لئے وہاں بھی لفظ صلوٰۃ استعمال ہوتا ہے جب بندہ کو صلوٰۃ کی تاکید کی جاتی ہے تو یہ صلوٰۃ بالکل اور معنی بن جاتی ہے۔ یہاں ہے عبادت کرنا، خدا کے حضور جھکنا، اپنا کچھ نہ رہنے دینا، سب کچھ اس کا بنا دینا، اس سے پیار اور محبت کا تعلق جوڑنا اور اس کی تشریح نماز میں آنحضرت ﷺ نے ہمیں یہ بتائی جو التحیات میں ہم پڑھتے ہیں التّحیات لِلّٰہِ والصَّلوٰتُ والطیّباتُ صلوٰت کیا چیزیں ہیں؟ یہ التحیات ہیں، یہ تحفے ہیں۔

صلوٰت میں بہترین کا مضمون وہاں بھی تھا جہاں خدا بندے پر صلوٰۃ نازل فرماتا ہے اور بہترین کا مضمون یہاں بھی ہے جہاں بندہ عبادت کے ذریعہ خدا کا قرب ڈھونڈتا ہے۔ ایسا حیرت

انگیز کامل نظام ہے اسلام کا کہ ہر چیز ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔ جب بندہ کو صلوٰۃ کا حکم دیا تو اس کا معنی یہ کر دیا خود ہی التحیات۔ صلوٰۃ نام ہے تمہارے تحفوں کا اور یہ جاہل سے جاہل آدمی بھی جانتا ہے کہ تحفہ چنتے وقت انسان گندی چیز نہیں چنا کرتا، ادنیٰ چیز نہیں چنا کرتا بلکہ بہترین چیز چنتا ہے اور اس کی پیکنگ بھی بعض دفعہ بہت اچھی کرتا ہے، بہت خوبصورت رنگ سجا کر پیش کرتا ہے۔ تحفے کے اندر یہ بات داخل ہے سب سے اچھی چیز تحفہ ہو اور تحفہ ہر دوسرے مالی تبادلہ سے مختلف چیز ہے۔ صدقہ دیتے وقت بعض لوگ جو یہ نہیں سمجھتے کہ خدا کی خاطر دے رہے ہیں وہ ادنیٰ چیز چن لیا کرتے ہیں۔ ٹیکس دیتے وقت لوگ کم سے کم دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب زمینوں کی حد بندی ہو رہی ہو اور کوئی زمین دینی پڑے تو وہ کلّر والا ٹکڑا چنیں گے یا ناکارہ چنیں گے کہ یہ دے دیا جائے۔ صرف ایک تحفہ ہے جس میں تحفہ دینے والا بہترین چیز چنتا ہے اور اگر وہ بدترین چنے گا تو وہ تحفہ رہے گا ہی نہیں تحفہ کی ذات کے خلاف ہے یہ بات کہ گندی چیز دی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ ایسے واقعات آنے والے ہیں کہ جن کے نتیجہ میں تمہیں صلوٰۃ کی ضرورت پڑے گی اور صلوٰۃ اس عبادت کو کہتے ہیں جو بہترین ہو جس میں انسانی زندگی کا بہترین حصہ شامل ہو، پیار اور محبت کے نتیجہ میں کی جائے اور تحفہ نے ہی یہ بات ہم پر روشن کر دی کہ عبادت قبول نہیں ہوسکتی جب تک اس میں محبت الٰہی نہ ہو کیونکہ تحفہ صرف محبت کے نتیجہ میں ہوتا ہے جبر کا اس میں کوئی پہلو نہیں ہے۔ بیگار کا نام تو تحفہ نہیں رکھا جا سکتا۔ ٹیکس کا نام تو تحفہ نہیں رکھا جا سکتا تحفہ تو ہے ہی وہ جو دل کو مجبور کر دے اور تکلیف بھی انسان اٹھائے تو اس میں مزہ حاصل کر رہا ہو۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی عبادت کرو کہ جس کی وجہ محبت الٰہی ہو۔ اس عبادت میں تمہارا پیار جان ڈال دے، ایک زندگی پیدا کر دے اور ایسی حالت میں اپنے رب سے مدد مانگا کرو کہ تمہارا دل وفور محبت سے اس کے لئے اچھل رہا ہو۔ بِالصَّبۡرِ اور نماز پر صبر سے قائم ہو جاؤ۔ کسی حالت میں بھی اس صلوٰۃ کی حالت کو نہیں چھوڑنا اور دوسرے معنی ہے اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ بظاہر اگر تمہاری دعا قبول نہ بھی ہوتی ہو تب بھی تم نے دعا نہیں چھوڑنی۔ بظاہر تم یہ دیکھ رہے ہو کہ خدا تعالیٰ سے ہم مانگ رہے ہیں اور وہ نہیں دے رہا تو اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ کا مطلب یہ ہے کہ تم نے پیچھے نہیں ہٹنا مانگتے چلے جانا ہے جیسا کہ بارہا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اولیاء اللہ کی حکایات میں سے

بار ہا یہ مثال دیا کرتے تھے اور وہی مثال صادق آتی ہے اس آیت پر۔

ایک ولی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہر روز رات کو تہجد میں ایک دعا مانگا کرتا تھا اور ہر روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو آواز آیا کرتی تھی کہ ہم نے تیری دعا قبول نہیں کی۔ اس کا ایک مرید تھا جو اس کے ساتھ کھڑا ہوا کرتا تھا۔ چند دن اس کو بھی یہ آواز آئی، بعض الہامات میں ساتھیوں کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ تو آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ وحیِ قرآن کے وقت بعض دفعہ کاتبوں کو بھی وہی لفظ سنائی دیئے۔ (سیرۃ الحلبیہ جلد سوم نصف آخر زیر فتح مکہ صفحہ: ۲۷۵،۲۷۶) بہر حال اسکو بھی یہ آواز آتی تھی کہ یہ دعا کر رہا ہے میرا پیر اور اللہ کہتا ہے کہ تیری دعا نامقبول۔ چند دن میں وہ تھک گیا اور بیزار ہو گیا اور اس نے اپنے پیرومرشد سے عرض کی کہ یہ کیا حالت میں دیکھ رہا ہوں روزانہ اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے کہ میں نے رد کر دی ہے آپکی دعا اور روزانہ اٹھ کر پھر وہی دعا شروع کر دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم اتنی جلدی تھک گئے ہو میں بارہ سال سے یہ دعا کر رہا ہوں اور میں نہیں تھکا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ مالک ہے اور میں فقیر ہوں۔ فقیروں کا کام مانگنا ہے اور مالک کا کام ہے چاہے تو دے اور چاہے تو نہ دے اس لئے میں تو بہر حال اپنی عبودیت کی حالت کو قائم رکھوں گا اور مانگتا چلا جاؤں گا۔ جب اس نے یہ فقرہ کہا تو اس وقت اس کو الہام ہوا کہ اے میرے بندے میں نے تیری یہ دعا بھی قبول کر لی ہے اور اس عرصہ میں تو نے جتنی دعائیں مانگی ہیں وہ ساری قبول کر لی ہیں۔ یہ معنی ہیں اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کہ تم اپنی دعاؤں سے عاجز نہ آجانا ،اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا کہ خدا تعالیٰ سن نہیں رہا۔

بعض دفعہ وقتی طور پر بعض کمزور انسانوں پر اندھیروں کا وقت آجاتا ہے اور وہ قومی مصالح کو سمجھ نہیں رہے ہوتے۔ وہ بھول جاتے ہیں اس آیت کے مضمون کو کہ کچھ نہ کچھ ان کے اوپر تو لازماً مصیبت پڑنی ہے۔ ساری قوم بحیثیت قوم نہیں بچائی جاتی بعض افراد کو قربانی دینی پڑتی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں غلطی سے کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ شروع میں ہی ان کو بتا دیتا ہے کہ تم نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ چنانچہ پہلی آیت میں جو دو چیزیں بیان فرمائی گئیں آخر پر وہی دو نتائج پیدا کئے گئے ہیں اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ میں صبر کی تلقین فرمائی اور صلوٰۃ کی تلقین فرمائی اور نتیجہ کیا نکالا بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ کہ جو صبر کرنے والے ہیں ان کو خوشخبری دے دے اے محمد

مصطفیٰ ﷺ ! کہ تمہارا صبر قبول ہو گیا ہے درگاہ الٰہی میں اور جو صلوٰۃ کا جواب تھا وہ اس طرح دے دیا۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ اے بندو! ایک وقت وہ تھا کہ تم صلوٰۃ بھیج رہے تھے اپنے خدا کے حضور اب خدا کی صلوٰۃ تم پر نازل ہو رہی ہیں۔ وہ ساری عبادتیں تم پر خدا تعالیٰ سے بے انتہا بڑھ کر لوٹ رہی ہیں۔ یہ ہیں خوش خبریاں جن کا اس آیت میں ذکر ہے اور بعض لوگ غلطی سے سمجھتے ہیں کہ ڈرایا جا رہا ہے۔ اس میں ڈرانے کی کون سی بات ہے اس میں تو خوش خبریوں، کامیابیوں اور عظیم کامیابیوں کی بشارتیں دی گئی ہیں۔

پس جماعت احمدیہ بھی انہی الٰہی جماعتوں میں سے ہے جن کے اوپر بلاقصور ظلم کئے جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ تمام دنیا کے ہم خیر خواہ ہیں اس خیر خواہی کے نتیجے میں ظلم و ستم کا سلوک کیا جاتا ہے ہمارے ساتھ۔ ہم دعائیں دے رہے ہوتے ہیں مخالف گالیاں دے رہے ہوتے ہیں، ہم سچائی سے کام لے رہے ہوتے ہیں وہ مسلسل جھوٹ پر جھوٹ بولتے چلے جاتے ہیں اور یہاں تک حالت ہو چکی ہے کہ اگر ہم جھوٹ کے جواب میں یہ لکھیں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو خدا کے واسطے قوم پر ظلم نہ کرو تو کہتے ہیں اچھا! تم ہمیں اشتعال دلاتے ہو تم ہمارے جھوٹ کو جھوٹ کہہ رہے ہو۔ اس سے بڑا ظلم کیسے ہو سکتا ہے؟ تمہیں جرأت کہ ہم جھوٹے الزام لگائیں اور تم انکار کر دو کہ یہ الزام درست نہیں۔ اس سے بڑھ کر حالت ہو سکتی کسی قوم کی! اور کھلم کھلا جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال انگیزی کی تعلیم دی جا رہی ہے سارے ملک میں ہر گھر لوٹنے کی تعلیم دی جا رہی ہے، مال لوٹنے کی تعلیم دی جا رہی ہے، قتل و غارت کی تعلیم دی جا رہی ہے اور ان سب سے زیادہ تکلیف دہ یہ کہ خدا کے گھر لوٹنے کی تعلیم دی جا رہی ہے اور ان کو برباد کرنے کی تعلیم دی جا رہی ہے، ان کو منہدم کر دو۔ اس کے نتیجہ میں بعض نادان بیچارے جن کو خود بھی علم نہیں ہوتا وہ ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں اور جگہ جگہ سے بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ کی اطلاعیں آ رہی ہیں۔

ابھی پچھلے دنوں کچھ عرصہ پہلے سندھ میں ہمارے ایک بہت ہی ہر دلعزیز استاد جو سارے علاقہ میں بڑے ہی محبوب تھے۔ عبدالحکیم ابڑو وہ نہایت ہی ظالمانہ طور پر شہید کئے گئے تھے اور پرسوں یہ اطلاع آئی ہے کہ محراب پور کے پریذیڈنٹ چوہدری عبدالحمید صاحب کو بھی نہایت ظالمانہ طریق پر شہید کر دیا گیا ہے اور وہ ایک ایسے معصوم انسان، ایسے نیک دل اور بھلائی کرنے والے تھے کہ قاتل

کو غیر احمدیوں نے پکڑا ہے اور انہوں نے پولیس کے سپرد کیا ہے اور سارے شہر میں ایک نہایت ہی دکھ کی لہر دوڑ گئی کہ ایک معصوم آدمی کو کیوں چھرا گھونپ دیا گیا؟ لیکن چونکہ علماء یہ کہہ رہے ہیں اور بعض جاہل عوام یہ سمجھتے ہیں کہ سب سے آسان سرٹیفکیٹ جنت کا یہ ہے کہ کسی اَور کو مار دیا جائے، قتل کر دیا جائے اس لئے چونکہ باقی نیکیوں کی توفیق نہیں ملتی یہ آسان نیکی کر دیتے ہیں۔ **لیکن ایک بات میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ قرآن کریم ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ شہید کرنے والے کبھی نہیں جیتے ہمیشہ شہید ہونے والے جیتا کرتے ہیں۔ مال لوٹنے والوں کے اموالوں میں کبھی برکت نہیں پڑی ان کے اموال میں برکت پڑتی ہے جن کے خدا کی وجہ سے مال لوٹے جاتے ہیں۔ پھل برباد کرنے والوں کے اپنے پھل مصائب کا شکار ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی محنتوں کے پھلوں سے محروم کر دیئے جایا کرتے ہیں اور خدا کی وجہ سے جن کے پھل برباد کر دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے پھلوں میں برکت دیتا ہے۔ ہر وہ چیز جو خدا کی خاطر خدا کی ماننے والی قومیں لٹایا کرتی ہیں ہر اس چیز میں اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے۔**

پس جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمیں تو اپنے مقصد سے کوئی چیز ہٹا نہیں سکتی۔ ہر دکھ ہمیں خدا سے اور زیادہ قریب کر دے گا۔ چنانچہ میں جانتا ہوں کہ ہر شہادت کے بعد خوف کے خط نہیں آتے بلکہ یہ خط آتے ہیں منتیں لئے ہوئے کہ خدا کے لئے ہمارے لئے دعا کریں کہ اللہ ہمیں بھی شہادت کی توفیق عطا فرمائے۔ جس قوم کی یہ حالت ہو اس قوم کو کون شکست دے سکتا ہے؟ کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ط

(الانفال: ۴۳)

کہ دیکھو اس مقابلہ میں تو بیّنہ ہی جیتے گی۔ جور و ستم، مظالم قتل و غارت، آگیں لگانا، اس اسلوب کے مقدر میں کبھی فتح لکھی ہی نہیں گئی۔ جب بھی یہ چیزیں مذہبی معاملات میں دخل انداز ہوتی ہیں، جب بھی مذاہب کو دبانے کی کوشش کرتی ہیں، آگیں اور قتل و غارت اور اموال کا لوٹنا اور پھلوں کا نقصان، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمیشہ ان کے مقدر میں ناکامی لکھی جاتی ہے اور پھر جیتتا کون ہے اس کے لئے یہ دوسری آیت کھلے لفظوں میں ہمیں بتاتی ہے۔ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ

وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۔ یہ مقابلے خدا تعالیٰ اس لئے کرواتا ہے اور یہ نبرد آزمائی اس لئے ہوتی ہے تا کہ وہ شخص ہلاک ہو جائے جس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے جس کے پاس کوئی نشان نہیں ہے کیونکہ بَيِّنَة کا معنی دلیل کے بھی ہے اور بَيِّنَة کا معنی نشان کے بھی ہیں وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ اور وہ جیت جائے جس کے پاس برہان ہے جس کے پاس دلائل ہیں اور وہ جیت جائے جس کو خدا تعالیٰ کے امتیازی نشانات نصیب ہوں اور غیر معمولی طور پر اللہ تعالیٰ اس کی نصرت فرما رہا ہو۔ پس اگر جماعت احمدیہ کے مقدر میں دلیل ہے اور برہان ہے تو دلیل کے مقابل پر تلوار کبھی بھی نہیں جیتی ۔ یہ ہے جو اللہ تعالیٰ بیان فرمانا چاہتا ہے اور دلیل کے مقابل پر جب تلوار آتی ہے تو تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہو جایا کرتی ہے اور ضرور نا کام ہوا کرتی ہے اور ہر ایسے مقابلہ میں ایک نئی زندگی ملتی ہے دلیل والوں کو۔ وہ فلسفۂ حیات جو زندہ رہنے کے قابل ہے وہ لازماً زندہ رہا کرتا ہے وہ فلسفہ حیات جو مٹ جانے کے لائق ہے وہ لازماً مٹ جایا کرتا ہے۔

مزید برآں یہ کہ بَيِّنَة کا ایک معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیر معمولی نصرت، ایسا نشان جو فرق ظاہر کر دے ان لوگوں میں جو خدا کے ہیں اور ان لوگوں میں جو خدا کے نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محض ایک عام قانون کے طور پر ہم بیان نہیں کر رہے کہ دلیل والے جیت جایا کرتے ہیں یا وہ فلسفۂ حیات زندہ رہا کرتا ہے جس کے اندر قوت استدلال ہو بلکہ فرماتا ہے اس کے علاوہ آسمان سے بھی نشان ظاہر ہوتے ہیں اور جب وہ نشان ظاہر ہوتے ہیں تو لازماً ہلاک ہونے والے ہلاک ہو جایا کرتے ہیں اور جن کو خدا زندہ رکھنا چاہتا ہے ان کو نئی زندگی عطا ہو جایا کرتی ہے۔

پس آخری خلاصہ ان سب باتوں کا یہی ہے کہ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ جماعت احمدیہ کو کبھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا۔ صبر کے ہر مفہوم کو صبر کے ساتھ پکڑ کر بیٹھ رہنا ہے اور عبادت میں ترقی کرنی ہے اور عبادت میں محبت ڈال دینی ہے، عبادت میں آنسوؤں کو شامل کر دینا ہے۔ خشک پودے پھل نہیں دیا کرتے اسی طرح خشک عبادتیں بھی ضائع ہو جایا کرتی ہیں۔ عبادت میں وہ مفہوم پیدا کر دیں جو اللہ تعالیٰ پیدا فرمانا چاہتا ہے پھر دیکھیں کہ کس طرح کثرت کے ساتھ آپ پر صلوٰت نازل ہوں گی خدا تعالیٰ کی طرف سے ۔ صبر میں صبر والا مفہوم پیدا کر دیں تو آسمان بشارتیں دے گا آپ صبر کرنے والوں کو اور کوئی دنیا کی طاقت نہیں ہے جو آپ کو نقصان پہنچا

سکے۔ یقیناً ایسا ہی ہوگا نادان چند دن کی زندگی میں چند اور دن یہ دیکھیں گے کہ ہم بظاہر فتح یاب ہور ہے ہیں ۔ چند دن کی زندگی میں تھوڑا عرصہ ان کو یہ نظر آئے گا کہ گویا ہم نے نقصان پہنچا دیا لیکن تاریخ احمدیت بتا رہی ہے کہ ہر ایسے مصیبتوں کے سائے سے گزرنے کے بعد جماعت پر اللہ کا نور زیادہ شان کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ ہر ایسے خطرات کے دور میں سے گزرنے کے بعد زیادہ قوی ہو کر جماعت گزری ہے اس لئے ہماری تاریخ گواہ، ہمارا قرآن گواہ، ہمارا خدا ہمیں بشارتیں دے رہا ہے اور وہ کبھی اپنی بشارتوں کو جھوٹا نہیں ہونے دے گا۔ لازماً ہم جیتیں گے اللہ کے فضل کے ساتھ کیونکہ خدا کی خاطر ہم ہی ہیں جو دکھ اٹھانے والے ہیں اور کوئی نہیں ہے جو خدا کی خاطر آج دنیا میں دکھ اٹھا رہا ہو۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

ابھی جمعہ کی نماز کے بعد عبدالحمید شہید کی نماز جنازہ غائبانہ ہوگی اور اس میں ان کے لئے جو دعا ہے مغفرت کی جو بھی مسنون دعائیں ہیں وہ تو ہم کریں گے اس کے علاوہ ان کے جو بھائی احمدی نہیں ہیں ان کے لئے بھی دعا کی جائے کیونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے جب ایک لیتا ہے تو زیادہ دے دیتا ہے اور اس رنگ میں ان کا خاندان زیادہ مستحق ہے اس انعام کا۔ کیونکہ بڑی قربانی کر کے اپنے خاندان میں سے یہ الگ ہو کر آئے تھے اس لئے جو بھائی یا جو رشتہ دار ابھی تک احمدیت کا فیض نہیں پا سکے یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرمائے اور ایک کی بجائے دسوں نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہمیں نصیب ہوں ۔ یہ جو نماز جنازہ ہے اس میں یہ بات یاد رکھیں صرف مرنے والوں کے لئے دعا نہیں کی جاتی بلکہ زندوں کے لئے پہلے دعا بتائی گئی ہے **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا** اس میں زندوں کے لئے پہلے دعا مانگی گئی ہے اس لئے اگر کسی کے دماغ میں یہ غلط فہمی ہو کہ یہ تو مرنے والوں کے لئے دعا کی جاتی ہے ہم زندوں کے لئے کیوں کریں تو میں یہ غلط فہمی دور کر دیتا ہوں آنحضرت ﷺ نے جو طریق سکھایا ہے نماز جنازہ کا اس میں زندوں کو پہلے پیش نظر رکھا جاتا ہے پھر مرنے والے کے لئے دعا کی جاتی ہے۔ بہر حال اب نماز جنازہ غائب ہوگی اس میں مرحوم کے لئے بھی دعا کریں اور ان کے رشتہ داروں کے لئے بھی اور اس قوم کے لئے بھی جس سے یہ تعلق رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بکثرت ان میں احمدیت کو پھیلا دے۔ آمین۔